دینیات
چھٹی جماعت کے لیے
ناشر
سٹار بک ڈپو
اُردو بازار، لاہور
برائے
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور
امانت دیانت صداقت شرافت
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

اپیل

کتاب بہترین ساتھی ہے
اس سے پیار کیجیے
اسے ضائع ہونے سے بچائیے

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ ایک قومی ادارہ ہے جو پنجاب کے طلبہ کے لیے معیاری اور سستی نصابی کتب بروقت مہیا کرنے کے لیے کوشش کرتا ہے۔ مگر کچھ جعل ساز ناجائز منافع کے لیے بورڈ کی شائع کردہ کتب کے جعلی ایڈیشن گھٹیا کاغذ پر ناقص طباعت کے ساتھ مارکیٹ میں فروخت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بورڈ کو مالی نقصان پہنچانے کے علاوہ اس کی بدنامی کا سبب بھی بنتے ہیں۔ طلبہ اور والدین سے توقع کی جاتی ہے کہ ایسی کتب کی اطلاع بورڈ کو دیں تاکہ ضروری سدِباب کیا جا سکے۔ بورڈ کی نصابی کتابوں کی نشاندہی بورڈ کے اس نشانِ خصوصی سے ہوتی ہے جو ہر کتاب کے سرورق پر چھپا ہوتا ہے۔

عبدالوحید

چیئرمین

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ

21-ای-2-گلبرگ-3-لاہور

چھٹی جماعت کے لیے

ناشر

سٹار بک ڈپو

اُردو بازار، لاہور

برائے پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ ــــــ لاہور

تاریخ اشاعت	ایڈیشن اوّل	تعدادِ اشاعت
مارچ 1987	طباعت دوم	1,00000

اِس کِتاب کا مُسوّدہ وفاقی وزارتِ تعلیم، حکُومتِ پاکستان کے زیرِ اہتمام تیّار ہُوا۔

تیّار کردہ: وفاقی وزارتِ تعلیم، حکُومتِ پاکستان و منظُور شدہ: وفاقی وزارتِ تعلیم، حکومت پاکستان
بوجب سرکلر نمبر F.5-11/74-TEXT مؤرخہ 15/ جنوری 1975ء

تالیف:

1- ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا،

2- علّامہ مِرزا یُوسُف حُسین،

نظرِ ثانی:

قاضی نُورُالحق ندوی،

مَولانا جوّاد حُسین،

مَولانا محمّد حنیف ندوی،

مَولانا سیّد مُرتضیٰ حُسین فاضل،

مَولانا محمّد میاں صدّیقی،

خطّاط: جمیل احمد قریشی تنویر رقم نگران: مُنیر قصُوری

طابع: حاجی احمد ارسلان بھٹی

ناشر: سٹار بکڈپو، اردو بازار، لاہور

مطبع: نواز پرنٹنگ پریس۔ موہنی روڈ، لاہور

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

پیش لفظ

حکومتِ پاکستان نے قومی تعلیمی پالیسی مُرتّب کر کے جو مُدبّرانہ فیصلہ کیا ہے، اُس کے مُطابق اسلامیات، دِینیات کے نِصاب اور مَقاصد کے تعیُّن کی غرض سے عُلمائے کِرام اور ماہرینِ تعلیم کے کئی مُشترکہ اجلاس اسلام آباد میں مُنعقد ہُوئے۔غور و خَوض اور بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ نصاب میں اِس بات کا خاص طُور پر خیال رکھّا جائے کہ اِس سے طَلَبہ میں اسلامی جذبہ اُبھرے، اللہ تعالیٰ اور رسُولِ کریم، صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم، کی محبّت پَیدا ہو، اسلامی سِیرت کی تشکیل میں مَدد ملے اور وَطنِ عزیز سے اُلفت پیدا ہو جائے اور فرض شناسی اور اِنسان دوستی پر مَبنی ایسا مُعاشَرہ تشکیل پائے، جس پر ہم فخر کر سکیں۔

اِس کتاب کی تالیف میں آسان زُبان اور بچّوں کی نفسیّات کو ملحُوظ رکھنے کے علاوہ مذکُورہ بالا مَقاصد کو خصُوصیّت سے اہمیّت دی گئی ہے۔

مُؤلّفین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ

باب اوّل

قُرآنِ مجید

(الِف) ناظرہ : پارہ ۷ تا ۱۶ ۔

(ب) حِفظ : سُورَۃُ التَّکَاثُرِ اور سُورَۃُ الْھُمَزَۃِ ۔

یہ دو سُورتیں زُبانی یاد کریں اور اپنے بُزرگوں کو بھی سُنایا کریں ۔ قُرآنِ پاک پڑھنے اور یاد کرنے میں بڑا ثواب ہے ۔ قرآنِ مجید کی تلاوت سے گھر میں برکت ہوتی ہے ۔

1 ـــ سُوْرَۃُ التَّکَاثُرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ○ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ کَلَّا

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ کَلَّا

لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ؕ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ۙ

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ۙ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ

عَنِ النَّعِيْمِ ۝ع

2 ـ سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ۙ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا

وَّعَدَّدَهٗ ۝ۙ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝ۚ كَلَّا

لَيُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۝ؗۖ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا

الْحُطَمَةُ ۝ؕ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ۙ الَّتِیْ

تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ ۝ؕ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ۙ

فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ع

(ج) سُورتوں کا ترجمہ :

خُداوندِ عالَم نے قُرآنِ مجید میں بار بار قرآن کے سمجھنے اور اُس پر غور کرنے کا حُکم دِیا ہے تاکہ مُسلمان اللہ کے فرمان سے واقف رہیں اور یہ سمجھیں کہ اِسلام کی تعلیم کِس قدر پاکیزہ ہے ۔ اِس سَبَق میں چند سُورتوں کا ترجمہ درج کِیا جاتا ہے۔ اِسے سمجھ لیں اور یاد کریں :۔

1۔ سُوْرَةُ الْعَصْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے ۔

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○

(ترجمہ) "قسم ہے زمانے کی، کہ اِنسان نقصان میں ہے۔ مگر وُہ لوگ نہیں، جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ اور آپس میں حق (بات) کی تاکید اور صبر کی تلقین کرتے رہے"۔

2۔ سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○ ع

(ترجمہ) "(اے محمدؐ!) ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ تم اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا۔"

3۔ سُوْرَةُ النَّصْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ لا وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○ لا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○ ع

(ترجمہ) "جب خدا کی مدد آ پہنچی اور فتح (حاصل ہو گئی) اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ گروہ کے گروہ خدا کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اُس سے مغفرت مانگو۔ بے شک وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔"

4۔ سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ ج اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ ج لَمْ یَلِدْ ۵ لا وَلَمْ

يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

(ترجمہ) ''کہو کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور کوئی اُس کا ہم سر نہیں''۔

مشقی سوالات

1 - بسم اللہ شریف کے معانی بیان کیجیے۔
2 - قرآنِ مجید کو ترجمے سے پڑھنا کیوں ضروری ہے؟
3 - ''سُوْرَۃُ الْعَصْر'' کے مطابق کون گھاٹے میں ہے؟
4 - ''سُوْرَۃُ الْاِخْلَاص'' سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی کن صفات کا علم ہوتا ہے؟

باب دُوُم

نماز کی اِصطلاحات اَور اُن کی اہمیّت

اِسلامی عبادات میں نماز کا درجہ سَب سے بُلند ہے۔ حضُور نبیِ اکرم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ نے نماز کو دِین کا ستُون قرار دِیا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا اَور اسے عبادت کے لائق سمجھ کر دِل سے اُس کی نماز پڑھیں گے، تو وُہ رحیم و کریم ضرُور قبُول کرے گا، مگر شرط یہ ہے کہ ہم نماز کے ارکان و واجبات صحیح اَدا کریں اَور اُن کے اَدا کرنے اور اُن میں جو دُعائیں اور تسبیحیں مُقرر ہیں، اُن کے پڑھنے میں غلطی نہ کریں اَور وقت کی پابندی سے نماز پڑھتے رہیں اَور جب نماز کا وقت آئے، تو اللہ تعالیٰ کو حاضِر ناظِر جان کر اُس کا ذِکر کریں۔

نماز میں چند اَعمال ضرُوری ہیں۔ ان کا جاننا ہر مُسلمان کے لِیے ضرُوری ہے۔ وُہ یہ ہیں:۔

1۔ **نِیّت:** ہر عَمَل کا دار و مَدار نِیّت پر ہے جیسا کہ حضرتِ رسالت مآب، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ، نے فرمایا ہے:۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (اَعمال کا دار و مَدار نِیّتوں پر ہے)۔ ظاہر میں کوئی عَمَل کتنا ہی اَچّھا ہو، اگر نِیّت خالِص نہ ہو، تو وُہ عَمَل بے کار ہو جاتا ہے، اِس لِیے ہر عَمَل میں پہلے نِیّت ہوتی ہے، پھر اُس کے مُطابِق عَمَل ہوتا ہے، لہٰذا نماز سے پہلے نماز کی نِیّت ضرُوری ہے۔

2۔ **تکبیرِ تحرِیمہ:** تکبیرِ تحرِیمہ، نماز کی اِبتدا میں "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہنے کو کہتے ہیں۔ مُسلمان کی ہر عبادَت اللہ کے نام سے شرُوع ہوتی ہے اَور اللہ ہی کے نام پر ختم ہوتی ہے۔ تکبیرِ تحرِیمہ نماز کے لِیے کُنجی کی حَیثیّت رکھتی ہے۔ اِس کے بعد نمازی پابند ہو جاتا ہے کہ اُس کا مُنہ قِبلے کی طرف رہے اَور وُہ کِسی سے بات چِیت نہ کرے، نہ کلام کی اِجازت ہے، نہ اَیسے کام کی، جِسے دیکھ کر لوگ سمجھیں کہ یہ نماز نہیں پڑھ

رہا ہے ۔

3- **قیام**: قیام کے معنی ہیں، سیدھا کھڑا ہونا۔ نماز میں قیام کرنا ایک اہم رُکن ہے ۔ فرض نماز قیام کے بغیر ادا نہیں ہو سکتی، سوائے اس کے کہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے نمازی کھڑا نہ ہو سکے، نماز کی ہر رکعت کی ابتدا قیام سے ہوتی ہے ۔ جب نمازی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، تو رحمت کے فرشتے نمازی کے نام یہ عملِ خیر لکھنا شروع کر دیتے ہیں ۔

4- **رُکوع**: رکوع نماز کا ایک اہم رُکن ہے ۔ رُکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر اس طرح جُھکا جاتا ہے کہ گردن اور پیٹھ کی سطح برابر ہو جائے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح رکھے جاتے ہیں جیسے گھٹنوں کو پکڑ لیا جائے ۔ جب نمازی رُکوع کرتا ہے، تو گویا وہ مالکِ حقیقی کے دربار میں نیازمندی کے ساتھ سر خم کر دیتا ہے ۔

5- **سَجدہ**: سجدہ نماز کے ارکان میں سب سے اہم رُکن ہے ۔ سجدے میں پیشانی اور ناک زمین پر اس طرح رکھتے ہیں کہ ان کے دونوں طرف، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین پر ہوں اور کہنیاں زمین سے اونچی ہوں ۔ پیٹ رانوں سے الگ رہے اور دونوں بازو پسلیوں سے علیحدہ رہیں ۔ دونوں گھٹنے اور پاؤں کے انگوٹھے زمین پر رہیں لڑکیاں سجدے میں اپنا جسم سمیٹتی ہیں اور دونوں بازو جسم سے مِلا کر زمین پر رکھتی ہیں ۔

نمازی زمین پر پیشانی رکھ کر اپنے مالک کے سامنے انتہائی عاجزی ظاہر کرتا ہے ۔ قیام اپنے خالق کے سامنے نیازمندی کی پہلی منزل ہے اور سجدہ آخری منزل ۔ اللہ تعالیٰ نے سجدہ فرض کیا ہے اور ہر رکعت میں دو سجدے ہوتے ہیں ۔

6- **قعدہ اور تشہّد**: دوسری اور آخری رکعت کے دونوں سجدوں کے بعد دو زانو بیٹھتے ہیں۔ اس میں خداوندِ عالم کی وحدانیت اور حضرتِ رسالت مآب، صلّی اللہُ علیہِ و آلہٖ وسلّم، کی نبوّت و رسالت کا اقرار اور گواہی دی جاتی ہے اور حضورؐ پر اور آپؐ کی آل پر درود بھیجا جاتا ہے ۔ اس کو تشہّد کہتے ہیں ۔

7- **سَلام**: سلام نماز کا آخری عمل ہے ۔ اس پر نماز ختم ہو جاتی ہے ۔

8- **تسبیح و تہلیل**: تسبیح کے معنی سُبحانَ اللہِ کہنا ہے اور تہلیل کے معنی لَآ اِلٰہَ

اِلاَّ اللّٰہُ کہنا ہے۔
تحمید کے معنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا ہے۔ ثواب حاصل کرنے کے لیے نماز کے بعد تسبیح و تہلیل پڑھی جاتی ہے تاکہ خدا کی بارگاہ سے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہو۔

9 عبادات: عبادات دو قسم کی ہیں۔ کچھ فرض ہیں، جن کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر ادا نہ کرے، تو عذاب ہوگا، جیسے پانچ وقت کی نماز اور نمازِ جمعہ، نمازِ فجر کی دو رکعت، ظہر کی چار رکعت، عصر کی چار رکعت، مغرب کی تین رکعت، عشاء کی چار رکعت اور نمازِ جمعہ زوالِ آفتاب کے بعد جمعے کے دن دو رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے، مگر وہ قیام کی حالت میں پڑھی جاتی ہے۔ اس میں رکوع، سجدہ اور تشہد نہیں ہوتا۔ قیام میں چند تکبیریں اور دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔

10- نفل: نفل نمازیں وہ ہیں، جن کے پڑھنے سے اللہ پاک خوش اور راضی ہوتا ہے اور ثواب ملتا ہے۔ نفل نمازیں دو دو رکعت پڑھی جاتی ہیں۔

مشقی سوالات

1- تکبیرِ تحریمہ سے کیا مراد ہے؟
2- فرض اور نفل نماز میں کیا فرق ہے؟
3- نماز کا آخری عمل کیا ہے اور کن الفاظ میں ادا کیا جاتا ہے؟
4- نمازِ جمعہ میں کتنی رکعات ہوتی ہیں؟

باب سوم

سیرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

قیامِ مدینہ کا ابتدائی دور

آنحضرتؐ کی مدینۂ منوّرہ میں تشریف آوری اور تعمیرِ مساجد

مدینۂ منوّرہ مکّۂ معظّمہ کے شمال میں قریباً 470 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ اس میں کھجوروں کے گھنے باغات ہیں۔ اس کا نام پہلے "یثرب" تھا۔ لیکن جب آنحضرت، صلّی اللہُ علیہِ وَ آلہٖ وَسلّم، مکّۂ معظّمہ سے ہجرت کر کے یثرب تشریف لائے اور وہاں قیام فرمایا، تو وہ "مدینۃُ النّبیؐ" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اسے "مدینہ" کہنے لگے۔ چونکہ وہاں رسالت کا نور چمک رہا تھا، اس لیے ہم اسے "مدینۂ منوّرہ" کہتے ہیں۔

اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اعلانِ نبوّت کے گیارھویں سال مدینے کے کچھ لوگ مکّۂ معظّمہ آئے تھے اور حضور نبیِ اکرم، صلّی اللہُ علیہِ وَ آلہٖ وَسلّم، کے وعظ و نصیحت سے اسلام قبول کر چکے تھے۔ اس کے بعد نبوّت کے بارھویں سال مکّے آ کر کچھ اور لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اُن کی خواہش پر آنحضرت، صلّی اللہُ علیہِ وَ آلہٖ وَسلّم، نے حضرت مُصعبؓ بن عُمیر کو تعلیم اور اسلام کی تبلیغ کے لیے اُن کے ساتھ روانہ کیا۔ اُن کی تبلیغ سے مدینے کے دو مشہور قبیلوں اوس اور خزرج نے اسلام قبول کر لیا۔ اعلانِ نبوّت کے تیرھویں سال جب انھوں نے مکّۂ معظّمہ آ کر مشرکینِ مکّہ کی بدسلوکیاں دیکھیں، تو آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ مدینے تشریف لے چلیں۔ آخر کار حضور، علیہِ السّلام، نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکّۂ معظّمہ سے مدینۂ منوّرہ ہجرت فرمائی۔ یہ واقعہ اسلام کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

1- مدینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کی تیاریاں:

آپؐ کی روانگی کی خبر سن کر مدینے والوں کی نگاہیں دن بھر آپؐ کے انتظار میں راستے پر لگی رہتی تھیں۔ آپؐ نے سب سے پہلے مقامِ قبا کو عزت بخشی، جو مدینے سے پانچ کلومیٹر دور ہے۔ قبا میں انصار کے کئی گھرانے آباد تھے۔ حضرت عمروؓ بن عوف اور حضرت کلثومؓ بن الھدم ان کے مشہور سردار تھے۔ آپؐ کی میزبانی کے فرائض انھوں نے انجام دیے۔

2- مسجدِ قبا کی تعمیر:

آنحضرتؐ کی زیارت کا اتنا شوق تھا کہ رات دن آپؐ کے گرد پروانوں کی طرح لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔

آپؐ نے چند روز قبا میں قیام فرمایا۔ حضرت کلثومؓ بن الھدم کی زمین پر آنحضرتؐ نے صحابہؓ کے ساتھ خود مسجد کی تعمیر شروع کی۔ آپؐ اپنے مبارک ہاتھوں سے پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے رہے۔ اسلام میں یہ سب سے پہلی مسجد ہے۔

3- مدینے میں تشریف آوری:

مسجد کی تعمیر کے بعد قبا سے مدینے کی طرف روانہ ہوئے، تو راستوں اور چھتوں پر لوگ جمع تھے اور خوشی میں شعر پڑھ پڑھ کر استقبال کر رہے تھے، جس گھر کے سامنے سے آپؐ کی سواری گزرتی تھی، اس گھر کے لوگ یہ چاہتے کہ آپؐ انھی کے پاس قیام فرمائیں۔ آپؐ جواب دیتے تھے کہ "اِنَّھَا مَامُوْرَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ" جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا، یہ اونٹنی وہیں ٹھہرے گی اور جس جگہ یہ ٹھہر جائے گی، اسی جگہ میں ٹھہر جاؤں گا۔ چنانچہ اونٹنی چلتے چلتے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے ٹھہر گئی اور وہیں آپؐ نے قیام فرمایا۔

4- مسجدِ نبویؐ کی تعمیر:

آپؐ کی اونٹنی جس جگہ ٹھہری تھی، اسی جگہ آپؐ نے مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ

فرمایا۔معلوم ہُوا کہ وُہ زمین دو یتیم لڑکوں کی ہے، جن کے نام سہل اور سہیل تھے۔ آپؐ نے اُنھیں بُلایا اور اُن سے زمین کی قیمت پُوچھی۔ دونوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسُولؐ! ہم آپؐ سے اِس کی قیمت نہیں لیں گے۔ہم اِس زمین کو مسجد کے لِیے بغیر قیمت کے پیش کرتے ہیں۔ آپؐ نے اِس بات کو منظُور نہ فرمایا اور اُس وقت تک مسجد کی بُنیاد نہ رکھّی جب تک اُس کی قیمت حضرتِ ابُوایُّوب انصاریؓ نے ادا نہ کر دی۔ حضرت ابو ایُّوب انصاریؓ ننھیال کی طرف سے آپؐ کے رِشتہ دار بھی تھے۔

مَسجد کی تعمیر کے وقت آپؐ سب لوگوں کے ساتھ خُود بھی اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لاتے اور فرماتے کہ یہ ثواب کا کام ہے۔اِس کا بہت بڑا اجر ہے۔یہ مَسجد سادگی سے تیار کی گئی۔ دِیواریں کچّی تھِیں۔ ستُون کھجُور کے تھے اور کھجُور کے پتّوں ہی سے چھت ڈالی گئی۔ مسجد کے ساتھ ایک چبُوترہ بھی بنایا گیا، جس پر چھپّر تھا۔ اِس میں وُہ لوگ رہتے تھے، جن کے بیوی بچّے نہیں تھے اور ہر وقت حضُورؐ کی خدمت میں رہ کر عِلم سِیکھتے تھے۔ انھیں "اَصحابِ صُفّہؓ" کہتے ہیں۔

2 — مُؤاخات

مَدینے میں اُس وقت مُسلمانوں کے دو گروہ تھے: (۱) مُہاجرین (۲) اَنصار۔ مُہاجرین وُہ تھے، جو اَب اپنے مکانات اور مال و دَولت سب کچھ مکّے میں چھوڑ کر مدینۂ مُنوّرہ پہنچ گئے۔ اَنصار کے معنی مَددگار کے ہیں۔ اَنصار مدینے کے باشندے تھے۔ مدینہ اُن کا وطن تھا۔ جو لوگ مکّے سے ہجرت کر کے آئے، وُہ بے سروسامان تھے۔اُن کے اپنے رہنے سہنے کے لِیے مُستقِل انتظام کی ضرورت تھی۔ مَسجدِ نبویؐ کی تعمیر ختم ہونے والی تھی کہ آنحضرت، صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم، نے مُہاجرین و اَنصار کو ایک جگہ جمع فرمایا۔ سب جمع ہوگئے، تو آپؐ نے اَنصار سے فرمایا: "یہ مُہاجرین تُمھارے بھائی ہیں۔ اِن سے ایسا سلُوک کرو، جیسا اپنے بھائیوں سے کرتے ہو"۔ چُنانچہ آپؐ نے ایک ایک مُہاجر اور ایک ایک اَنصاری کو ایک دُوسرے کا بھائی بنا دیا اور ہر مُہاجر و انصاری نے یہ سمجھ

لیا کہ وُہ میرا اور مَیں اُس کا بھائی ہُوں ۔ اِسی کو "مُؤاخات" کہتے ہیں ۔

اہلِ مدِینہ کا اِیثار :

مدِینے کے لوگوں نے محبّت و ہمدردی کا پُورا ثبوُت دِیا اور مُہاجرین کے ساتھ ایسا سُلوک کیا، جیسا کہ حقیقی بھائیوں سے کیا جاتا ہے ۔ ہر انصاری اپنے مُہاجر بھائی کو گھر لے گیا اور گھر کا آدھا سامان پیش کر دِیا، بلکہ اپنی آدھی جائداد بھی پیش کر دی۔ چونکہ مُہاجرین مکّۂ معظّمہ میں تجارت پیشہ تھے، اِس لِیے اُنھوں نے عُذر کیا کہ ہم کاشتکاری نہیں کر سکتے، تو انصار نے جواب دِیا کہ کاشتکاری کا کام ہم کریں گے، لیکن پھر بھی آدھی آمدنی اپنے مُہاجر بھائی کو دیں گے ۔

مُہاجِرین کی خُودداری :

انصار کی اِس قدر ہمدردیوں کے باوجُود مُہاجِرین نے کوشش کی کہ وُہ انصار پر زِیادہ بوجھ نہ بنیں ۔ وُہ محنت مزدُوری اور تجارت میں مصرُوف ہو گئے ۔ رفتہ رفتہ کچھ عرصے کے بعد وُہ خُود اپنے پَیروں پر کھڑے ہو گئے ۔

اِس اُخُوّت اور بھائی چارے نے مُسلمانوں میں محبّت اور ہمدردی کی رُوح پھُونک دی ۔ اِس میں یہ سبق تھا کہ جب ایک مُسلمان کو تکلیف ہو، تو دُوسرا مُسلمان اِس مُصیبت میں سگے بھائی کی طرح مدد کرے ۔ قبیلہ اور مُلک بھی اگر الگ الگ ہوں، پھر بھی ایک مُسلمان دُوسرے مُسلمان کو غیر نہ سمجھے، بلکہ اپنا بھائی سمجھے ۔ اُس کی مُصیبت کو اپنی مُصیبت اور اُس کے آرام کو اپنا آرام خیال کرے ۔

3 — مِیثاقِ مدِینہ (مُعاہدہ)

آنحضرتؐ کی تشریف آوری سے پہلے مدینے میں تین گروہ رہتے تھے : (۱) اوس (۲) خزرج (۳) یہُود ۔ اوس اور خزرج زراعت پیشہ تھے اور اپنی زمینوں پر کھیتی باڑی کرتے تھے ۔ یہُود دولت مند اور تجارت پیشہ تھے ۔ یہُودی، اوس و خزرج میں اپنے

دین کی تبلیغ بھی کیا کرتے تھے۔ ان قبیلوں کا پُرانا مذہب بُت پرستی تھا۔ یہود ان قبیلوں سے اتنا سُود لیتے تھے، جسے ادا کرنا اُن کے لیے مُشکل تھا، اس لیے وہ ہمیشہ اُن کے مقرُوض اور مُحتاج رہتے تھے۔

یہود کے تین قبیلے تھے: (۱) بنُو قَینُقاع (۲) بنُو نُضَیر (۳) بنُو قُرَیظہ

جب آنحضرتؐ مدینے تشریف لائے، تو یہودیوں کو اپنی بڑائی ختم ہوتی نظر آئی، اس لیے اُنھوں نے مسلمانوں کی مُخالفت شرُوع کر دی۔ اَوس و خَزرَج کے جو لوگ ابھی اسلام نہیں لائے تھے، وُہ اُن کے ساتھ مل گئے۔ اس سے پہلے اَوس و خزرج کی لڑائی میں یہودیوں کا بڑا ہاتھ تھا۔ وُہ چاہتے تھے کہ یہ لوگ ایک دُوسرے کے دوست نہ بنیں اور اُن کے مُحتاج رہیں۔

دُوسری طرف مکّے کے کافروں نے دیکھا کہ اسلام پھیلتا جا رہا ہے اور مدینے میں اسلام کی طاقت بڑھ رہی ہے۔ انھیں کسی طرح گوارا نہیں تھا کہ مُسلمان امن و امان سے رہیں اور ترقّی کریں۔ حسَد کی آگ اُن کے سینوں میں بھڑکنے لگی اور وُہ پہلے سے بھی زیادہ جوش کے ساتھ مُسلمانوں کے مُقابلے کے لیے تیّار ہو گئے۔

حضرت رسالت مآب، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ، کو مُشرکینِ مکّہ کے اس ارادے کا علم ہو گیا۔ اِدھر مدینے کے یہوُد اور بُت پرست بھی اس قابل نہ تھے کہ اُن پر بھروسا کیا جاتا، بلکہ یہ ڈر تھا کہ اگر مُشرکینِ مکّہ نے مُسلمانوں پر حملہ کر دیا، تو مدینے کے یہودی اور بُت پرست اُن کی حمایت اور مدد کے لیے تیّار ہو جائیں گے، اس لیے آپؐ نے اُن کی روک تھام اور مدینے میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے مدینے میں رہنے والوں کے درمیان ایک مُعاہدہ کیا، جس میں مُسلمان اور غیر مُسلمان سب شامل تھے۔

اس مُعاہدے کی شرائط کا خُلاصہ یہ ہے:-

۱۔ خُون بہا اور فدیے کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا ہے، وُہ قائم رہے گا۔
۲۔ مُسلمان اور یہودی اپنے اپنے مذہب میں آزاد ہوں گے۔ کوئی دُوسرے کے مذہب میں دخل نہیں دے گا۔
۳۔ یہودی اور مُسلمان آپس میں دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

۴- یہودی یا مسلمان کو اگر کسی سے لڑنا پڑے، تو وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔
۵- کوئی فریق مشرکینِ مکّہ کو پناہ نہیں دے گا۔
۶- اگر مدینے پر حملہ ہو، تو دونوں فریق ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔
۷- کسی دشمن سے اگر ایک فریق صُلح کرے گا، تو وہ سب کی صُلح ہوگی۔
۸- ہر طرح کے جھگڑوں کا فیصلہ حضرتِ محمّد مصطفیٰ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم، خود فرمائیں گے۔

حضور نبیِ کریم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم، کے زیرِ اثر مختلف قوموں کے درمیان یہ معاہدہ مذہبی، قومی، ملکی اور سیاسی لحاظ سے بڑا اہم ثابت ہوا۔ بعد کے واقعات نے یہ بات ثابت کر دی کہ اہلِ اسلام کے حق میں یہ معاہدہ بہت مفید رہا۔

4 — غزوات

غزوہ اور سریّہ:

ہمارے نبیِ کریم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم، نے اسلام کی حفاظت کی خاطر بہت سے جہاد کیے۔ جن میں آپؐ خود شریک ہوئے، اُن کو غزوہ کہتے ہیں اور جن میں آپؐ نے کسی صحابیؓ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا اور خود شریک نہ ہو سکے، انھیں سریّہ کہتے ہیں۔ آپؐ نے سب سے پہلے جو جہاد کیا، اُس کو غزوۂ بدر کہتے ہیں۔

۱- غزوۂ بدر (رمضان المبارک ۲ سنہ ھ)

غزوۂ بدر کے اسباب:

مکّے کے کافر آنحضرت، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم، اور آپؐ کے ساتھیوں کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ اُن کو یہ دُکھ تھا کہ ہمارے قتل کے منصوبے سے بچ کر آپؐ مدینے کیوں ہجرت کر گئے۔ انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ شرارتیں شروع کر دیں۔

کبھی مدینے کے یہودیوں کو خط لکھ کر منصوبے بنانے لگے ، کبھی مسلمانوں کے جانور لُوٹ کر لے جاتے ، کبھی دھمکیاں دیتے ۔ شام کے مُلک سے مکّے والوں کا ایک قافلہ تجارت کا سامان لے کر واپس آ رہا تھا ۔ اِس قافلے کے سردار ابُوسُفیان نے مکّے والوں کو لکھا کہ تُم ہماری مدد کو پُہنچو ، کہیں مسلمان ہم کو لُوٹ نہ لیں ۔

جنگ :

مکّے والے تو بہانے کی تلاش میں تھے ہی ۔ ابُوجہل اُن کا سردار تھا ۔ ہجرت سے پہلے وُہ آنحضرت ، صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہ وَسَلّم ، کو بڑی تکلیفیں پُہنچاتا تھا ۔ اُس نے ایک ہزار سپاہیوں کا لشکر تیّار کیا ، اُسے جنگ کے سامان سے پُوری طرح لیس کیا ، قافلے کی مدد کو روانہ ہُوا ۔ آنحضرت ، صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلّم ، کو جب کافروں کے اس ارادے کی خبر ملی ، تو آپؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینے سے باہر آ گئے ۔ دونوں فوجوں کا آمنا سامنا بدر کے مقام پر ہو گیا اور یہیں جنگ ہُوئی ، اِس لیے اِس جنگ کا نام غزوۂ بدر ہے ۔

مُسلمانوں کی فوج کافروں کے مُقابلے میں بہُت کم تھی ۔ صِرف تین سَو تیرہ آدمی تھے ۔ اِن کے پاس ساٹھ اُونٹ ، دو گھوڑے ، آٹھ تلواریں اور چھے زرہیں تھیں ۔ آنحضرتؐ نے جب یہ حال دیکھا ، تو خُدا سے دُعا کی کہ "اے پروردگار ! یہ نہتّے جانباز تیرا نام بُلند کرنے یہاں آئے ہیں ۔ اگر آج یہ مُٹّھی بھر مُسلمان ختم ہو گئے ، تو پھر دُنیا میں تیرا نام لیوا کوئی نہ ہوگا ۔ اے اللہ ! ہمیں ہمّت دے اور فتح نصیب فرما ۔"

جُمعے کے دِن ، رمضان شریف کے مہینے کی ۱۷ تاریخ سنہ ۲ھ کو یہ جنگ ہُوئی ۔ سَب سے پہلے کُفّار کا سردار عُتبہ اور اُس کا بھائی شیبہ اور لڑکا ولید میدان میں نِکلے ۔ مُسلمانوں کی طرف سے حضرت علی ، رَضِیَ اللہُ عَنہُ ، نے ولید کا مُقابلہ کیا اور حضرت حمزہ ، رَضِیَ اللہُ عَنہُ ، نے سپہ سالار عُتبہ کا مُقابلہ کیا ۔ دونوں کافر مارے گئے البتّہ حضرت عبیدہ ، رَضِیَ اللہُ عَنہُ ، شیبہ کے مُقابلے میں زخمی ہو گئے ۔ اَب عام جنگ شرُوع ہُوئی ۔ مُسلمانوں نے ڈٹ کر مُقابلہ کیا ۔ نتیجے میں کافر ہار گئے اور مُسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کی ۔ مکّے کے کافروں کے بڑے سردار ابُوجہل کو دو انصاری

نوجوانوں، مُعوّذؓ اور مُعاذؓ نے قتل کیا۔ اِس لڑائی میں قریباً ستّر کافر قتل ہُوئے اور ستّر کے قریب قیدی بنائے گئے۔ مُسلمانوں کے صرف چودہ آدمی شہید ہُوئے۔ عجیب بات یہ ہُوئی کہ مکّے میں ہجرت سے پہلے آنحضرتؐ کو شہید کرنے کا منصُوبہ، جن چودہ سرداروں نے بنایا تھا، اُن میں سے اکثر اس جنگ میں مارے گئے، باقی بعد میں مُسلمان ہو گئے۔

غَزوۂ بَدر کے نتیجے:

غَزوۂ بَدر کا نتیجہ مُسلمانوں کے حق میں بہُت اچھّا نکلا۔ سارے عَرَب کے کافروں کو پتا چل گیا کہ مُسلمان تعداد میں تھوڑے ہونے کے باوُجود طاقتور ہیں۔ اِس جنگ کے بعد اسلام خُوب پھیلا۔ لوگ گروہ در گروہ مُسلمان ہونے لگے۔ مُسلمانوں کے حوصلے بُلند ہو گئے اور اُنھوں نے دیکھ لیا کہ اگر وُہ اللہ تعالیٰ کے لیے لڑیں گے، تو اللہ تعالیٰ ضرُور اُن کی مَدَد کرے گا۔ جو جنگی قیدی مُسلمانوں کے پاس تھے، اُنھوں نے مُسلمانوں کا خُلق اور اچھّا سُلُوک دیکھا، تو اُن پر بہُت اچھّا اثر ہُوا۔ وَاپس جا کر اُنھوں نے اِسلام اَور مُسلمانوں کی تعریفیں کیں۔ اِس جنگ میں مُسلمانوں کو کافروں کا جو سامان ہاتھ آیا، اُس سے اُن کی فوجی طاقت بڑھ گئی۔

2۔ غَزوۂ اُحُد (شوّال ۳ سنہ ہجری)

غَزوۂ اُحُد کے اَسباب:

بَدر کی لڑائی سے پہلے کافروں کو بڑا گھمنڈ تھا کہ وُہ مُسلمانوں کو ختم کر دیں گے۔ بَدر کی جنگ میں جب کافر ہار گئے، تو اُن کو بہُت غُصّہ آیا۔ اِس لڑائی میں اُن کے بڑے بڑے سردار بھی مارے گئے تھے، اِس لیے اُنھوں نے طے کر لیا کہ جب تک مُسلمانوں سے بَدلہ نہیں لے لیتے، چَین سے نہیں بیٹھیں گے۔ مُسلمانوں کے خلاف عَرَب کے دُوسرے قبیلوں میں بھی اُنھوں نے آگ بھڑکا دی۔ اُنھوں نے اپنے شاعروں کو اِدھر اُدھر بھیجا، جنھوں نے جوشیلے شعر

سُنا کر لوگوں کو مُسلمانوں کے خلاف اُبھارا۔

جنگ کے واقعات:

بَدر کی لڑائی سے کہیں زیادہ تیّاری کر کے کافِروں کا لشکر مدینے کی طَرف رَوانہ ہُوا۔ اِس لشکر میں تین ہزار آدمی اُونٹوں پر سَوار تھے۔ دو سَو آدمی گھوڑوں پر تھے۔ سات سَو آدمی زِرہ پہنے پَیدل فَوج میں تھے۔ اِس لشکر کی اِطّلاع آنحضرتؐ کے چچا حضرتِ عباسؓ نے ایک آدمی کے ذِریعے پُہنچائی۔ آپؐ نے صحابہؓ کو اِکٹھّا کِیا اور رائے لی۔ کُچھ لوگوں نے مَشوَرہ دِیا کہ جنگ شہر کے اَندر رہ کر لڑنی چاہیے۔ کُچھ نے رائے دی کہ یہ تو بُزدِلی ہے۔ جنگ باہر مَیدان میں لڑنی چاہیے۔ چُنانچہ حُضُور، صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم، جُمعے کے دِن چھے شوّال ۳ھ کو جنگ کے لِیے رَوانہ ہُوئے۔ آپؐ نے اُحُد کے پہاڑ کے دامن میں ڈیرا ڈالا۔ اُس وَقت آپؐ کے ساتھیوںؓ کی تعداد سات سَو تھی۔

حضرت عبدُاللّٰہ بِن جُبیرؓ کی سِپہ سالاری میں پچّاس تیر اَندازوں کا ایک دستہ آپؐ نے پہاڑی دَرّے پر مُقرّر فرمایا اور حُکم دِیا کہ جب تک مَیں نہ کہوں، اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ جنگ شُرُوع ہُوئی۔ کافِروں کے بڑے بڑے بہادُر ایک ایک کر کے مَیدان میں اُترے۔ جُونہی کوئی سُورما سامنے آتا، کوئی نہ کوئی صَحابیؓ آگے بڑھ کر اُس کا کام تمام کر دیتا۔ اِس طرح قُریش کے بِیس سردار ڈھیر ہُوئے۔ اِس کے بعد عام جنگ چھِڑی۔ حضرت علی مُرتضیٰؓ، حضرت حَمزہؓ، حضرت سعد ابنِ ابی وَقّاصؓ، حضرت عاصِم بِن ثابِتؓ اور حضرت ابُودجانہؓ اور بعض دُوسرے صحابہؓ نے بہادُری کے اَیسے جَوہر دِکھائے کہ کافِروں کے چھکّے چھوٹ گئے۔ حضرت علیؓ کی تلوار سے مکّے کے بڑے بڑے سردار قتل ہو گئے۔ مُشرِکین تاب نہ لا سکے اور اُن کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ کافِروں نے بھاگنا شرُوع کر دِیا۔ مُسلمان سمجھے کہ اُنھیں فتح حاصِل ہو گئی ہے۔ اُنھوں نے بھاگنے والے کافِروں کا مال جمع کرنا شرُوع کر دِیا۔ اِس مال جمع کرنے میں عبدُاللّٰہ بن جبیرؓ کا دَستہ بھی شریک ہو گیا اور اُنھوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ جب کافِروں نے دیکھا کہ حملے کے لِیے جگہ خالی ہے، تو اُنھوں نے لَوٹ کر حملہ

کر دیا اور مُسلمانوں کو بہُت نقصان پہُنچایا ۔ اِس کے علاوہ کافِروں نے یہ بھی افواہ پھیلا دی کہ آنحضرتؐ شہید ہو گئے ۔ اس افواہ سے مُسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے اور اُنھیں وقتی طَور پر نقصان اُٹھانا پڑا ۔ اس غزوے میں مُسلمانوں کے ستّر آدمی شہید ہو گئے اور کافِروں کے بیس آدمی مارے گئے ۔

غزوۂ اُحد سے سَبَق :

اِس غزوے سے مُسلمانوں کو یہ سَبَق مِلتا ہے کہ اُنھیں ہر حال میں نبیِؐ کریمؐ کا حُکم ماننا چاہیے ۔ اگر مُسلمانوں کا دَستہ اپنی جگہ چوکس رہتا، تو یہ صُورت پیدا نہ ہوتی ۔

3۔ غزوۂ خندق (ذوالقعدہ ۵ سنہ ھ)

اِس غزوے کے دو نام ہیں ۔ غزوۂ خندق اور غزوۂ احزاب ۔ یہ جنگ مدینے میں لڑی گئی ۔ دُشمن سے بچاؤ کے لیے شہر کے باہر خندق کھودی گئی، اس لیے اس کا نام جنگِ خندق ہے ۔ اِس جنگ میں مکّے کے کافِروں کے علاوہ عَرَب کے بہُت سے قبیلوں نے مِل کر مُسلمانوں پر حَملہ کیا ۔ "حِزب" عَرَبی میں گروہ کو کہتے ہیں اور "احزاب" (بہُت سے گروہ) اِس کی جمع ہے ۔

اَسْباب :

جِن لوگوں نے اُحد کی جنگ میں مُسلمانوں کے خلاف سازِش کی تھی، اُن میں یہُودی بھی تھے ۔ اُن کی اندرُونی سازِشوں کی وَجہ سے مُسلمانوں کو بہُت نقصان پہُنچا ۔ اَب اُنھوں نے باہر کے قبیلوں کو جا کر تیّار کیا کہ مُسلمانوں پر سب مِل کر حَملہ کریں ۔ اُحد کی لڑائی کے بعد کافِر یہ سمجھ بیٹھے کہ اگر وُہ ایک بھرپُور حَملہ کر دیں، تو مُسلمان آسانی سے خَتم ہو جائیں گے ۔ یہ سوچ کر اُنھوں نے تیّاری شرُوع کر دی اور پُوری طاقت کے ساتھ میدان میں نِکل آئے، لیکن جنگ میں اُنھیں معلُوم ہُوا کہ اُن کا خیال غلط تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے

مُسلمانوں کو اُن کے اِیمان اَور ثابِت قدمی کے سَبَب عِزّت اَور فتح عطا کی ۔

واقعات :

کم و بیش دس ہزار فوج کا ایک بڑا لَشکر مَدینے کی طَرف رَوانہ ہُوا ۔ آنحَضرت، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم، کو جب اِس حَملے کی اِطلاع مِلی، تو آپؐ نے صحابہؓ سے مَشورَہ کِیا ۔ حَضرت سَلمان فارِسیؓ کی رائے سے فیصلہ ہُوا کِہ خَندَق کھود کر مُقابلہ کِیا جائے ۔ دِن رات کی مِحنت سے یِہ خَندَق کھودی گئی ۔ سَب مُجاہِدِین نے اِس کی کھُدائی میں حِصّہ لِیا ۔ خُود آنحَضرت، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم، اِس خَندَق کی کھُدائی میں شَرِیک ہُوئے ۔ یِہ واقِعہ ذوالقعدہ ۵ سنہ ھجری میں پیش آیا ۔

کافِروں کا لشکر مَدینے پُہنچا اَور اُس نے شہر کو گھیرے میں لے لِیا ۔ ایک مِہینے تک یِہ مُحاصَرہ جاری رہا ۔ پہلے تو کافِر تیر برساتے رہے ۔ آخِر تنگ آ کر ایک جگہ سے، جہاں خَندَق کم چوڑی تھی، عَمرو بنِ عَبدِ وَدّ نے چند سواروں کے ساتھ اُسے پار کر لِیا ۔ عَمرو نے مُسلمانوں کو مُقابلے کے لِیے للکارا ۔ حَضرت علی مُرتَضیٰؓ نے مُقابلہ کِیا اَور ایک ہی وار میں اُس کا کام تمام کر دِیا ۔ عَمرو کے سَب ساتھی بھاگ نِکلے ۔ اِن میں سے ایک خَندَق میں گِر پڑا ۔ حَضرت علی مُرتَضیٰؓ نے اُتر کر اُس کا سَر قَلَم کر دِیا ۔ اَب کِسی میں خَندَق پار کرنے کی جُرأت نہ رہی ۔ جب مُحاصَرے کو کئی روز گُزر گئے، تو حَملہ آوَر قبیلے پڑے پڑے اُکتا گئے ۔ سامانِ رَسَد خَتم ہو گیا ۔ سردی اَور تُند و تیز ہَوا سے کافِر تنگ آ گئے ۔ مُسلمانوں کو صِرف ایک تکلِیف تھی کِہ باہر سے غَلّہ، کھانے پِینے اَور اِستعمال کی چیزیں شہر میں نہیں آ سکتی تھیں ۔ ایک روز اِس زور کی آندھی چلی کِہ کافِروں کے خیمے تک اُکھڑ گئے ۔ اُن کے جانوَر چارے کے بغیر بھُوکے مرنے لگے ۔ ہَواؤں اَور آندھیوں میں چُولھے جلانے مُشکِل ہو گئے ۔ آخِر تنگ آ کر سَب قبیلوں والے واپس چلے گئے ۔ اِن واقعات کو اللّٰہ تعالیٰ نے غَیب کی مَدَد فرمایا ہے، جِس کا ذِکر سُورۂ اَحزاب میں ہے ۔

مشقی سوالات

1 - مدینۂ منوّرہ مکّے سے کتنے فاصلے پر ہے ؟
2 - رسولُ اللہ، صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم، نے کب مدینۂ منوّرہ کی طرف ہجرت کی ؟
3 - اسلام میں سب سے پہلی مسجد کہاں تعمیر ہوئی اور اُس کا نام کیا ہے ؟
4 - "مؤاخات" سے کیا مراد ہے ؟
5 - "میثاقِ مدینہ" کی شرائط بیان کیجیے -
6 - غزوۂ بدر کے اسباب کیا تھے ؟
7 - غزوۂ اُحد سے مسلمانوں کو کیا سبق ملتا ہے ؟

باب چہارم

اَخلاقیّات

1۔ حُقُوقُ العِبَاد

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور دُنیا کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے ۔ اللہ ہمیں روزی دیتا ہے ۔ ہماری دُعائیں سُنتا ہے، اِس لِیے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اُس کی عبادت کریں ، اُس کا حُکم مانیں اور جو کُچھ اُس نے فرمایا ہے، اُس پر عمل کریں ۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حُقُوق ہیں ، جن کو "حُقُوقُ اللہ" کہتے ہیں ۔ اِس کے ساتھ ہی اُن لوگوں کے بھی حُقُوق ہیں ، جن کے ساتھ ہم پڑھتے ہیں ، جن کے ساتھ ہم مِل جُل کر رہتے ہیں ۔ چُنانچہ خُدا کے بندوں کے ساتھ اچھّی طرح مِلنے اور اُن سے اچھّا سُلُوک کرنے کو "حُقُوقُ العِبَاد" یعنی "بندوں کے حُقُوق" کہتے ہیں ۔

1۔ وَالِدَین کے حُقُوق :

بندوں میں سے ہمارا قرِیبی تعلُّق ماں اور باپ سے ہے ۔ ماں اپنے بچّوں کو تکلیفیں جھیل کر پالتی ہے اور باپ مُشکِلات برداشت کر کے بچّوں کے کھانے، اُن کے لِباس اور لِکھنے پڑھنے کا بندوبست کرتا ہے ۔ اِس طرح ماں اور باپ کی کوششیں بچّوں کو سمجھ دار اور قابِل اِنسان بنا دیتی ہیں ، اِس لِیے خُدا نے بندوں کے حُقُوق میں سب سے پہلے وَالِدَین کے حُقُوق رکھّے ہیں ۔

قُرآنِ پاک میں جگہ جگہ ماں باپ کے ساتھ اچھّا برتاؤ کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور حُکم دِیا ہے کہ :

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

(ترجمہ) "اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو"۔

ایک دُوسری آیتِ کریمہ میں یہی حکم اِس طرح دیا ہے:۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا

(ترجمہ) "اور ہم نے اِنسان کو اپنے والِدین کے ساتھ نیک سلُوک کرنے کا حکم دیا"۔

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُولؐ کے حُکم کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور اُن کا حُکم ماننے کی تاکید کی گئی ہے۔

جو بچّے ماں باپ کا کہنا مانتے ہیں، وُہ ہر طرح ترقّی کرتے ہیں۔ خُدا اُن کی مَدد کرتا ہے اور اُن سے خُوش ہوتا ہے۔ ماں باپ کو ناراض کرنے سے خُدا ناراض ہوتا ہے۔ ہمارے حُضُور، صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم، کے ایک صحابی حضرت اُسامہؓ نے آپؐ سے والِدین کے حُقُوق کے بارے میں سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تُمھاری جنّت تُمھارے ماں باپ ہیں۔ اگر وُہ تُم سے خُوش ہیں، تو تُم بہشت میں جاؤ گے، اِس لِیے ماں باپ کا حُکم ماننا ضرُوری ہے۔

ماں باپ کی خِدمت کرنا سعادت مندی ہے۔ اِس سے دُنیا و آخرت میں سُرخرُوئی مِلتی ہے۔ خِدمت کا مطلب یہ ہے کہ ہم اُن سے اپنا کام لینے کے بجائے اُن کا کام کریں۔ اُن کی ضرُورت کی چیزوں کا خیال رکھّیں اور اُنھیں ہر طرح کا آرام پُہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا، یعنی جہاد فرض ہے اور بڑے ثواب کا کام بھی ہے۔ مگر ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرت، صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم، سے جہاد میں جانے کی اِجازت مانگی۔ اُس کے ماں باپ بُوڑھے تھے۔ آپؐ نے اُس کو حُکم دیا کہ "جاؤ، اپنے ماں باپ کی خِدمت کرو۔ تُمھیں اِسی میں جہاد کا ثواب مِلے گا"۔

اِسی طرح ایک دَفعہ ایک نوجوان لڑکا اپنے باپ سے مال کے سِلسلے میں جھگڑ پڑا۔ اُس کے باپ نے آنحضرتؐ سے شکایت کی۔ آپؐ نے اِس لڑکے کو بُلوایا اور اُس کا ہاتھ باپ کے ہاتھ میں دیتے ہُوے فرمایا "تُو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے"۔

ماں باپ کے ساتھ بہُت نرمی سے گفتگو کرنی چاہیے۔ قُرآنِ مجید میں ہے :۔

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَّاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ط

(ترجمہ) "تُو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ اُنھیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب سے کرنا اور عجز و نیاز سے اُن کے آگے جُھکے رہنا۔"

بچّوں کو نماز اور قرآنِ مجید پڑھنے کے بعد دُعا مانگنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دُعائیں قبُول کرتا ہے۔ قُرآنِ مجید میں حُکم ہے کہ اولاد کو اپنے والدین کے لیے بھی دُعا مانگنی چاہیے کہ

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا ط

(ترجمہ) "اے پروردگار! جیسا اُنھوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے، تُو بھی اُن کے حال پر رحم فرما۔"

والدین کے حُقُوق بہُت سے ہیں۔ خُلاصہ یہ ہے کہ ہم اُن کا حُکم مانیں۔ اُن کی دل سے خدمت کریں۔ ہمیشہ اُن کے فرمانبردار رہیں اور اپنے اچھّے کاموں سے اُنھیں خُوش رکھّیں۔ اِن چند باتوں پر عَمَل کرنے سے ہم اچھّے اِنسان بن سکتے ہیں۔

2۔ اَساتذہ کے حُقُوق :

ماں باپ بچّوں کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ اُستاد بچّوں کو لکھا پڑھا کر اچھا اِنسان بناتے ہیں۔ جس طرح جسم کو خُوراک مُہیّا کرنا والدین کی ذِمّہ داری ہے۔ رُوح اور ذِہن کو غِذا فراہم کرنا اُستاد کا کام ہے۔ اِس طرح والدین کے بعد اساتذہ بچّوں کے رُوحانی والدین ہوتے ہیں۔ اُن کا بڑا رُتبہ ہے۔ اُن کی عزّت والدین کی طرح کرنی چاہیے۔

ہمارے نبی، صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم، نے فرمایا "مجھے اُستاد بنا کر بھیجا گیا ہے"

(بُعِثْتُ مُعَلِّمًا) - آپؐ کے بارے میں خُدا نے فرمایا ہے : آپؐ لوگوں کی تربیت کرتے ہیں - اُن کو کتاب (یعنی قرآن) کی تعلیم دیتے ہیں اور دانائی کی باتیں سکھاتے ہیں"- تعلیم دینا اور اچھّی تربیت کرنا انبیا، عَلَیْہِمُ السَّلَام، کی سُنّت اور طریقہ ہے - اس لیے اُستاد کا بڑا مرتبہ ہے - اُن کی باتیں اچھّی طرح سمجھ لینی چاہییں اور یاد کرنے والی چیزوں کو یاد کرنا چاہیے - جو اچھّی باتیں وُہ بتائیں، اُن کو ماننا چاہیے اور اُن پر عمل کرنا چاہیے -

ہمارے نبیؐ جب تعلیم دیتے تھے، تو آپؐ کے صحابہؓ خاموشی اور ادب سے آپؐ کی باتیں سُنتے تھے - صحابہؓ بتاتے ہیں کہ "ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں کہ ہم نے ذرا سی حرکت کی، تو وُہ اُڑ جائیں گے"- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلاس میں ادب اور خاموشی سے بیٹھنا چاہیے - غور سے اُستاد کی باتیں سُننی چاہییں -

قرآنِ مجید میں صحابہؓ کو حُکم دیا گیا ہے کہ وُہ آنحضرت، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم، کے سامنے اُونچی آواز میں باتیں نہ کریں - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاگردوں کو اُستاد کے سامنے بُلند آواز میں بات نہیں کرنی چاہیے -

شاگردوں کو کلاس میں مجلس کے آداب کا خیال رکھنا چاہیے - بیٹھے ہُوئے ساتھیوں کو اُن کی جگہ سے نہیں اُٹھانا چاہیے - جب اُستاد کلاس میں آ جائیں، تو اُن کا احترام کرنا چاہیے اور اُن کے سلام کا ادب سے جواب دینا چاہیے - اُستاد کہیں راستے میں مل جائیں، تو اُن کو سلام کرنے میں پہل کرنی چاہیے، کیونکہ وُہ بزُرگ ہیں - جب کبھی اپنے اساتذہ کا کسی سے ذکر ہو، تو ادب اور احترام سے اُن کا ذکر کرنا چاہیے -

3- مساکین کے حقُوق

خُدا نے زندگی کی نعمتیں انسانوں کے لیے پیدا کی ہیں - جب ہم ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں، تو اُس کا شُکر ادا کرنا چاہیے - نعمتیں دینا اُس کا کام ہے اور شُکر کرنا ہمارا کام، اس لیے پہلا کام تو یہ ہونا چاہیے کہ ہم یہ دیکھیں کہ خُدا نے ہمیں جو کچھ دیا ہے، کسی اور کو تو اس کی ضرورت نہیں ہے؟ اگر ہمارے

محلّے اور پڑوس میں کوئی غریب رہتا ہے، تو اُس کی ضرورتیں پُوری کرنا ہمارا فرض ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وُہ مانگے، تو ہم اُس کی مَدد کریں، بلکہ ہمیں خُود اُس کی مَدد اور خبرگیری میں پہل کرنی چاہیے۔ اگر ہم مِسکین اور ضرورت مند لوگوں کا خیال نہیں رکھتے، تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمیں جواب دینا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو بہت بُرا کہا ہے، جو یتیموں کے ساتھ اچّھا سُلُوک نہیں کرتا اور مِسکینوں کو کھانا کِھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ جب کوئی شخص اپنی ضرورت کا اظہار کرے۔ اگر ہو سکے، تو اُس کی مَدد کرنی چاہیے ورنہ اُس کو نرمی سے جواب دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ

(ترجمہ) "اور مانگنے والے کو جِھڑکی نہ دینا"۔

جب ہمارے نبی، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ، مکّے سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے، تو آپؐ نے ضرورت مند مُسلمانوں کو اُن لوگوں کا بھائی بنا دِیا، جِن کے پاس اللہ تعالیٰ کی نِعمتیں پہلے سے موجود تِھیں۔ چُنانچہ مُسلمان بھائیوں نے اپنے ضرورت مند بھائیوں کی بے مِثال مدد کی۔ آنحضرت، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ، کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پُوری کرے گا، اللہ تعالیٰ اُس کی ضرورت پُوری کرتا رہے گا اور جو مُسلمان اپنے مُسلمان بھائی کی کوئی مُصیبت دُور کرے گا، خُدا اُس کی قیامت کی مُصیبت دُور کرے گا۔

حاجت مند لوگوں کی ضرورت پُوری کرنے میں، اُن کا بھی فائدہ ہے اور اپنا بھی۔ اِس لِیے کہ جب ہم کِسی کی ضرورت پُوری کریں گے، تو بُرے وَقت میں کوئی ہماری ضرورت بھی پُوری کرے گا اور اگر ہم کِسی کی مَدد نہیں کرتے، تو پھر ہماری مَدد کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو پَسند نہیں کرتا۔

ہمارے نبی، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ، نے ایک اور حدیث میں کِتنی

اچھی بات کہی ہے کہ "جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اُس کی مدد کرتا رہتا ہے"۔

2 — اِیثار

اپنی ضرورت سے زائد چیز کسی محتاج یا ضرورت مند کو دینا "سخاوت" کہلاتا ہے۔ اپنی ضرورت کی چیز کسی دوسرے حاجت مند کو دینا اور اپنی ضرورت کو قربان کر دینا "اِیثار" ہے۔ یعنی خود بھوکا رہے اور دوسروں کا پیٹ بھرے۔ خود تکلیف اُٹھائے اور قوم و مُلک کے لیے آرام کا سامان مُہیّا کرے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِیثار کا حکم دِیا ہے۔ مدینے میں مقامی لوگوں (انصار) نے مکّے سے آنے والوں (مُہاجرین) کے لیے جو قربانیاں دیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کو یُوں بیان فرمایا ہے:۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ

(ترجمہ) "اور وُہ اُن کو اپنی جانوں سے مُقدّم رکھتے ہیں۔ خواہ اُنھیں خود احتیاج ہی ہو"۔

خود تکلیف اُٹھا کر ساتھیوں اور مُلک و مِلّت کو آرام پُہنچانے کا سَبَق ہم کو پیارے نبی، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم، کی زندگی سے کثرت سے مِلتا ہے۔ آپؐ کی عادت تھی کہ آپؐ کوئی چیز کھانے کا ارادہ کرتے اور کوئی ضرورت مند آ جاتا، تو آپؐ فوراً وُہ چیز اُسے دے دیتے اور خود بھوکے رہتے۔

ایک دفعہ آپؐ کے یہاں ایک مہمان آیا۔ گھر میں بکری کے دُودھ کے سِوا کُچھ نہ تھا۔ آپؐ نے وُہ سارا دُودھ مہمان کو پِلا دِیا اور خود بھوکے رہے۔ اِس پاک سیرت اور تعلیم کی وَجہ سے صحابہؓ نے اِیثار کا یہی طریقہ

اختیار کر لیا تھا۔ جنگِ یرموک کا واقعہ ہے کہ میدان میں کچھ صحابہؓ زخمی پڑے تھے اور زخموں کی تکلیف سے کراہ رہے تھے اور پیاس سے "پانی پانی" پکار رہے تھے۔ ایک شخص نے برتن لے کر حضرت عکرمہؓ کو پانی پلانا چاہا۔ آپؓ نے فرمایا "دیکھو، میرے قریب سہیلؓ زخمی پڑے ہیں۔ پہلے انھیں پانی پلاؤ۔" جب وہ حضرت سہیلؓ کے پاس پانی لے کر پہنچا، تو آپؓ نے فرمایا "اس طرف حارثؓ پیاسے ہیں۔ انھیں پانی پلاؤ۔" جب وہ حضرت حارثؓ کے پاس پہنچا، تو حارثؓ زخموں سے نڈھال ہو کر رحلت فرما چکے تھے۔ وہاں سے حضرت سہیلؓ کے پاس آیا، تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ وہ دوڑا ہوا حضرت عکرمہؓ کے پاس آیا۔ اب جو دیکھا، تو وہ بھی جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے ان پیارے بندوں نے مرتے وقت بھی ملت کے دوسرے لوگوں کی ضرورت کا خیال رکھا۔

کھانے پینے اور روپے پیسے کی مدد کے علاوہ بھی ہر کام میں ایثار ضروری ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کا ثبوت اپنے بہت سے اعمال سے دیا ہے۔ ایک مرتبہ آپؐ سفر میں تھے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ آپؐ کے ہمراہ تھے۔ لیکن اونٹ ایک ہی تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد آپؐ نے عقبہؓ سے فرمایا، "اب تم اونٹ پر بیٹھ جاؤ، میں پیدل چلوں گا۔" حضرت عقبہؓ ہچکچائے کہ نبی، صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم، تو پیدل چلیں اور وہ خود اونٹ پر سوار ہو۔ اس بات کو انھوں نے سوچا کہ کہیں یہ بے ادبی نہ ہو لیکن جب آپؐ نے اصرار فرمایا اور حکم دیا، تو عقبہؓ نے حکم کی تعمیل کی، اس لیے ہمیں بھی ایسے موقعوں پر دوسروں کا خیال رکھنا اور ایثار سے کام لینا چاہیے۔

جب ملک و ملت کو دشمنوں کے حملے کا خطرہ ہو اور امداد کی ضرورت ہو یا لوگوں پر مصیبت آ جائے، تو ہمیں اپنی ضرورتوں کے مقابلے میں قوم کی ضرورتوں کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ ایک جہاد کے لیے آنحضرت، صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم، کو کچھ سامانِ جنگ کی ضرورت ہوئی۔ ہر صحابیؓ نے

اپنی اپنی توفیق کے مُطابق مَدد کی ۔ حضرت عُثمانؓ نے ایک بڑا حِصّہ مال کا پیش کر دِیا ۔ حضرت عُمرؓ اپنے گھر کا آدھا سامان مَدد کے لِیے لے آئے۔ جب حضرت ابُوبکرؓ نے گھر کا سارا سامان پیش کر دِیا، تو آنحضرت، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ، نے پُوچھا، "ابُوبکر! آپ گھر والوں کے لِیے بھی کُچھ چھوڑ آئے ہیں؟" اُنھوں نے جواب دِیا، "یا رَسُولَ اللّٰہ! وہاں تو اللّٰہ اور اُس کے رسُول، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ، کے سِوا کُچھ نہیں چھوڑا۔

اِسی طرح ایک دَفعہ کا ذِکر ہے کہ حُضُورِ اکرمؐ کے لاڈلے نواسے حضرت حَسنؓ اور حضرت حُسینؓ بِیمار ہو گئے ۔ آپؓ کے وَالِدین نے دُعا کی کہ اگر وُہ اَچھّے ہو گئے، تو وُہ تِین روزے رکھّیں گے ۔ جب اللّٰہ تعالیٰ نے شفا دی، تو آپؓ کے وَالد حضرت علیؓ اور آپؓ کی وَالدہ حضرت بی بی فَاطِمَۃُ الزَّہراءؓ نے روزہ رکھّا ۔ اُن کے ساتھ اِن دونوں بچّوں اور اُن کی خادِمہ حضرت فِضّہؓ نے بھی روزہ رکھّا ۔ اِفطار کے وَقت ایک مِسکین نے آکر کھانے کا سَوال کِیا۔ اُنھوں نے سَب کھانا اُس کو دے دِیا اور خُود پانی سے روزہ اِفطار کِیا۔ دُوسرے دِن روزہ رکھّا، تو اِتّفاق سے شام کو ایک یَتیم نے آ کر سَوال کِیا ۔ چُنانچہ سارا کھانا اُسے دے دِیا ۔ تیسرے روز جَب سَب کا روزہ تھا، تو ایک قیدی نے کھانا مانگا، تو سَب نے اپنا کھانا دے دِیا ۔ اِس طرح تِین روز تک مُسلسل ان ننّھے بچّوں نے، اِن کے ماں باپ اور خادِمہ نے روزہ رکھّا اور اِیثار بھی کِیا۔

اِیثار کے اِن واقعات سے ہمیں سَبَق مِلتا ہے کہ مُلک و مِلّت کے لِیے ہمیں ہمیشہ اِیثار سے کام لینا چاہیے ۔ جب مُلک تکلیف میں ہو، تو اپنا آرام کِس کام کا؟ جب پُوری قَوم مُصیبت میں ہو، تو ایک آدمی کی آرام طلبی کِتنی عجیب بات معلُوم ہوتی ہے ۔ ہر مُسلمان کا فرض ہے کہ دُوسروں کے لِیے اپنی سہُولتوں کو قُربان کر دے اور دُوسروں کی ضرُورتوں کو پُورا کرے ۔

3 ۔ راست بازی

سچّی بات کہنے اور اچھے کام کرنے سے آدمی اچھا کہلاتا ہے ۔ ہمیشہ سچ بولنا اور سچّی اور صحیح بات پر عمل کرنا "راست بازی" ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب بھی ہم بات کریں، سچ بولیں ۔ قرآنِ شریف میں ہے :۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط

(ترجمہ) مومنو! خدا سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کیا کرو ۔ وہ تمہارے سب اعمال درُست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا ۔

اِس آیت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیشہ سچ بولیں اور راست باز رہیں ۔ قرآنِ مجید میں بہت سے نبیوں کی بہت سی خوبیوں کا ذکر ہے ۔ اِن خوبیوں میں راست بازی کا ذکر بار بار کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راست بازی نبیوں کا شیوہ ہے ۔ قرآنِ مجید میں مُتّقی اور پرہیزگار لوگوں کی نشانی صِدق اور سچّائی بتائی گئی ہے ۔

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

(ترجمہ) اور جو شخص سچّی بات لے کر آیا اور جس نے اُس کی تصدیق کی، وُہی لوگ مُتّقی ہیں ۔

آنحضرت، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ، نے فرمایا کہ سچ بولنا نیکی

کا راستہ بتاتا ہے اور نیکی جنّت کی طرف لے جاتی ہے ۔ جو آدمی سچ بولتا رہتا ہے، سچ بولتے بولتے وہ "سچّا آدمی" کہلانے لگتا ہے ۔ جھوٹ بدی کا راستہ ہے ۔ بدی دوزخ میں لے جاتی ہے ۔ جو آدمی جھوٹ بولتا ہے، جھوٹ بولتے بولتے وہ "جھوٹا آدمی" کہلانے لگتا ہے اور خدا کے ہاں بھی اُسے "جھوٹا" لکھ لیا جاتا ہے ۔

ایک مرتبہ نبیِ کریم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم، اچھّے لوگوں کی خوبیاں بیان فرما رہے تھے ۔ آپؐ نے فرمایا کہ مومن میں دو خرابیاں کبھی نہیں ہو سکتیں : ایک خیانت کرنا اور دوسرا جھوٹ بولنا ۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ انسان کا ایمان اُس وقت مکمّل ہوتا ہے، جب وہ جھوٹ بولنا پوری طرح چھوڑ دے ۔ یہاں تک کہ ہنسی مذاق اور لڑائی جھگڑے میں بھی جھوٹ نہ بولے ۔

ہمارے نبی، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم، ہمیشہ ہی سچ بولتے تھے ۔ اِس وجہ سے سب آپؐ کو "صادق" اور "امین" کہتے تھے ۔

آپؐ نے ایک مرتبہ مکّے میں، صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر، لوگوں کو بلایا اور سب سے پہلے یہی پوچھا "اگر مَیں تم سے کہوں کہ پہاڑی کے اُس پار دشمن حملہ کرنے کے لیے تیّار ہے، تو کیا تم میری بات مان لو گے؟"

سب نے جواب دیا "کیوں نہیں؟ آپؐ "صادق" اور "راست باز" ہیں ۔ ہم آپؐ کی یہ بات ضرور مان لیں گے، کیونکہ آپؐ کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا"۔

آپؐ کے بڑے بڑے دشمن بھی آپؐ کی سچّائی اور راست بازی کا ہمیشہ اقرار کرتے تھے ۔ حضور، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم، کی پیروی ہم سب پر لازم ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولیں اور راست باز رہیں ۔ یہاں تک کہ ہمارا مخالف بھی یہ مان لے کہ ہم کبھی جھوٹ نہیں بولتے ۔

حضرتِ کعبؓ تبوک کی لڑائی میں آنحضرت، صَلّیَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ، کے ساتھ شریک نہ ہو سکے۔ جب آنحضرت، صَلّیَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ، کو اِس کا عِلم ہُوا، تو آپؐ بہت ناراض ہُوئے۔ اِسلام کے دُشمنوں نے حضرت کعبؓ کو مشورہ دِیا کہ کوئی بہانہ بَنا دیں۔ حضرت کعبؓ نے جواب دِیا کہ یِہ کیسے مُمکن ہَے کہ ایک تو مَیں جہاد میں شریک نہ ہو سکا، دُوسرے تُم لوگ مُجھ سے یہ غلطی کرانا چاہتے ہو کہ مَیں جھُوٹ بھی بولُوں، جب کہ اللّٰہ تعالیٰ سارا حال جانتا ہَے۔ مَیں جھُوٹ نہیں بولُوں گا۔

حضرت کعبؓ نے، جو بات سچّی تھی، کہ دی۔ اُن کی یہ بات اللّٰہ تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ وَحی کے ذرِیعے آپؓ کی توَبہ قبُول کرنے کی خُوشخبری دی۔

ہمیں سچّے مُسلمان کی طرح سچ بولنا چاہیے، کیونکہ سانچ کو آنچ نہیں۔ یعنی اِنسان راست بازی سے کِسی مُصیبت میں نہیں پھنستا۔

4 — اَمانَت

"اَمانَت" کے معنی یہ ہَیں کہ جو چیز کِسی کے پاس رَکھّی جائے، وُہ چیز اُسی طرح واپس کی جائے۔ جو کام کِسی کے سپُرد کِیا جائے، اُسے اچھّی طرح کِیا جائے۔ جِس شخص میں یِہ خُوبی ہوتی ہَے، اُس کو "امین" یا امانت دار کہتے ہَیں۔

اگر لین دین میں کِسی قِسم کی کمی بیشی کی جائے یا رکھّی ہُوئی چیز اُسی طرح پُوری واپس نہ کی جائے یا سونپا ہُوا کام اچھّے طریقے سے نہ کِیا جائے، تو اِس کو "خیانَت" کہتے ہَیں اور اَیسا کرنے والے کو "خائِن" کہا جاتا ہَے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے خیانت جیسی بُرائی سے منع کِیا ہے اور حُکم دِیا ہے کہ :-

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ط

(ترجمہ) ”اے ایمان والو! اللہ اور رسولؐ کے ساتھ (کیے گئے وعدوں) میں خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ جبکہ تم (ان باتوں کو) جانتے ہو“۔

ایک اچھے مسلمان کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے قرآن میں خاص طور پر دو بنیادی باتیں سمجھائی گئی ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ○

(ترجمہ) ”اور جو اپنی امانتوں اور اقرار کو محفوظ رکھتے ہیں“۔

ہمارے نبیِ آخر الزّمان، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ، نے فرمایا ہے کہ ”جس شخص میں امانت نہیں، اُس میں ایمان نہیں“۔ آپؐ نے زندگی بھر اس کا سبق دیا۔ اس پر عمل کیا۔ ہجرت کی رات کافروں نے آپؐ کو قتل کرنے کا منصوبہ تیّار کیا تھا۔ سفر کی جلدی تھی۔ آپؐ کے پاس کُچھ لوگوں کی امانتیں بھی تھیں۔ آپؐ نے حضرت علی، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، کے ذِمّے یہ کام لگایا کہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر کے بعد میں آ ملیں۔

امانت روپے پیسے کے علاوہ فرائض اور دوسرے کاروبار میں بھی ہوتی ہے۔ اگر ایک آدمی کہیں مُلازم ہے اور اُس پر یہ پابندی ہے کہ آٹھ گھنٹے روزانہ کام کرے، تو اُسے آٹھ گھنٹے کام کرنا چاہیے۔ اگر وہ اس وقت کو اِدھر اُدھر ضائع کرتا ہے اور کام نہیں کرتا، تو یہ

بھی امانت میں خیانت کے برابر ہے۔ اسی طرح اگر اُستاد کوئی پیغام والدین کو دیں اور طالبِ علم آدھی بات ماں باپ کو بتائے، اور آدھی بات جان بوجھ کر نہ بتائے، تو گویا اُس نے اُستاد کی بات میں خیانت کی۔ عہد و پیمان، قول و قرار اور امانت خواہ کسی شکل میں ہو، اُس کا پورا خیال رکھنا مسلمان کا فرض ہے۔

5 — نیکی کا بدلہ

کسی کے ساتھ بھلائی کرنا "نیکی" کہلاتا ہے۔ اِس کو "خیر" اور "اِحسان" بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کرنے اور لوگوں کے ساتھ اِنصاف کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے۔ قرآن شریف میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ط

(ترجمہ) "اللہ (تُم کو) انصاف اور احسان کرنے کا حُکم دیتا ہے۔"

اچھائی اور بھلائی کا بدلہ اچھائی اور بھلائی سے دینا چاہیے۔ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کا یہی حکم قرآن میں ہے:

ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

(ترجمہ) "نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

آنحضرت، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم، جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے، تو وہاں کے مقامی لوگوں یعنی انصار نے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں یعنی مُہاجرین کی مدد دل و جان سے کی۔ انصار کی اس نیکی کا، آپؐ ہمیشہ تذکرہ فرماتے اور انھیں اپنا دست و بازو سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا، دیکھو، انصار تو اپنا فرض ادا

کر چکے، اب اُن کا حق باقی ہے ۔

شرُوع شرُوع میں آپؐ حضرتِ اَبُو اَیُّوب اَنصاریؓ کے گھر چھے ماہ تک رہے ۔ اُنھوں نے آپؐ کی بڑی خدمت کی ۔ اِس کے بعد آپؐ کا یہ معمُول رہا کہ اکثر حضرت اَبُو اَیُّوب اَنصاریؓ کے گھر کھانا بھجواتے تھے ۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کرے، اُس کو اپنی حیثیّت کے مُطابِق اُس کا بَدلہ دینا چاہیے ۔ اگر بَدلہ نہ دے سکے، تو اپنے مُحسن کی بھلائی کا اِقرار کرے اَور اُس کی تعریف کرے ۔ اِس طرح اُس کا کُچھ حق تو اَدا ہو جائے گا ۔ اَور جس نے کسی کی بھلائی کو چُھپایا، اُس نے بہت بُرا کِیا ۔

اِحسان کا مَطلَب یہ ہرگز نہیں ہے کہ جو نیکی کرے، فقط اُس کے ساتھ نیکی کی جائے، اَور دُوسرے لوگوں کے ساتھ بھلائی نہ کی جائے ۔ بلکہ نیکی اَور بھلائی ایسا عَمَل ہے، جو بَدلے کا خیال کِیے بغیر ہر ایک کے ساتھ کِیا جائے ۔ چاہے وُہ دُشمن ہی کیوں نہ ہو ۔

آنحضرت، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم، نے فرمایا: ”بھلائی یہ نہیں کہ اُس کے ساتھ بھلائی کرو، جو تُم پر اِحسان کرے، بلکہ بھلائی یہ ہے کہ جو اِحسان نہ کرے، اُس پر بھی اِحسان کِیا جائے“۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ”زمین پر لوگوں کے ساتھ تُم رحم سے پیش آؤ ۔ آسمان والا تُم پر رحم کرے گا“۔

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے اَور پسندیدہ شخص وُہ ہے، جو خُدا کی مخلُوق کے ساتھ اِحسان اَور بھلائی کرتا ہے ۔ اِحسان اَور بھلائی کر کے جتانا اَچھّی بات نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اِس بات سے ناراض ہوتا ہے ۔

6 — علم حاصل کرنے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول، صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم، پر جو سب سے پہلا پیغام اُتارا، وہ علم کے بارے میں تھا۔ قرآنِ کریم کی سب سے پہلے یہ آیات اُتریں:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ

(ترجمہ) "(اے محمدؐ!) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو، جس نے سب کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمھارا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں، جن کا اُس کو علم نہ تھا۔"

جس طرح ساری مخلوق میں انسان بہترین مخلوق ہے۔ اسی طرح انسانوں میں علم حاصل کرنے والا آدمی بہترین انسان ہے۔ قرآن مجید میں لکھا ہے: "جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں"۔ اِس لیے ہمارے نبی، صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم، نے فرمایا ہے کہ "علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے"۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ "بچپن سے بڑھاپے تک علم حاصل کرتے رہو"۔ جیسے جیسے بچّہ ہوش سنبھالتا ہے، اپنے ماں باپ سے

اچھّی اچھّی باتیں سیکھنے لگتا ہے ۔ پھر وُہ سکول میں داخل ہو کر لکھنا پڑھنا سیکھتا ہے ، بلکہ ساری عُمر کسی نہ کسی صُورت میں کُچھ نہ کُچھ ضرور عِلم حاصِل کرتا ہے اور روز بروز اُس کے عِلم میں اِضافہ ہوتا رہتا ہے ۔

ہمارے نبی ، صَلّیٰ اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم ، کو طالب علموں سے بہُت پیار تھا ۔ آپؐ نے مسجدِ نبویؐ میں کُچھ لوگوں کو تعلیم کے لِیے مُستقِل طَور پر رکھّا ۔ اِن لوگوں کو "اَصحابِ صُفّہ" کہتے ہیں ۔ آپؐ نے فرمایا کہ "جو شخص عِلم حاصِل کرنے کے لِیے گھر سے نِکلتا ہے ، جب تک وُہ گھر واپس نہیں آتا ، گویا وُہ خُدا کی راہ میں ہے ۔" آپؐ نے ہمیں بتایا ہے کہ "جو شخص عِلم حاصِل کرنے کا راستہ اِختیار کرتا ہے ، اللہ تعالیٰ اُس کے لِیے جنّت کا راستہ آسان کر دیتا ہے ۔"

جس شخص کے پاس دَولت ہو اور وُہ اسے ضرُورت مند لوگوں میں خرچ کرے ، تو اُسے "سخی" کہتے ہیں ۔ عِلم والا شخص بھی سخی ہوتا ہے ۔ وُہ ضرُورت مند طالب علموں کو اچھّی اچھّی باتیں بتاتا ہے بلکہ عِلم کی سخاوت کا رُتبہ تو دَولت کی سخاوت سے بڑھ کر ہے ۔ حضُور ، صَلّیٰ اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم ، نے فرمایا "میرے بعد سب سے بڑا سخی وُہ شخص ہے ، جس نے عِلم سیکھا اور پھر اسے لوگوں میں پھیلایا ۔"

مال و دَولت کو تو چور چُرا سکتا ہے ، لیکن عِلم کی دَولت کو کوئی نہیں چُرا سکتا ۔ حضرت علیؓ نے اِس بارے میں خوب کہا ہے کہ عِلم مال سے بہتر ہے ، کیونکہ تُم مال کی حِفاظت کرتے ہو ، لیکن عِلم تُمھاری حِفاظت کرتا ہے ۔ عِلم حاکم ہے اور مال محکوم ۔ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور عِلم خرچ کرنے سے اور بڑھتا ہے ۔

عِلم حاصِل کرنے سے اِنسان اپنے آپ کو پہچانتا ہے ، اللہ تعالیٰ اور اُس کی مخلُوق کو پہچانتا ہے ، اَخلاق کو سنوارتا ہے اور اچھّے کام کرنے کے لِیے تیّار ہوتا ہے ۔ گویا عِلم رَوشنی ہے اور جہالت تاریکی ۔ جِسے عِلم کی رَوشنی حاصِل ہے ، وُہ نیکی اور عَمل کی راہیں دیکھ سکتا ہے

اور جاہل شخص اندھیروں میں بھٹکتا ہے ۔ علم کے ساتھ عمل بھی ہو ، تو برکت ہی برکت ہے ۔

قرآن مجید میں علم میں اضافے کے لیے دُعا بتائی گئی ہے ۔اِس دُعا کو نماز کے بعد بار بار پڑھنا چاہیے ۔ وہ دُعا یہ ہے :۔

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا۔

(ترجمہ) "اَے میرے پروردگار! میرے علم میں اِضافہ فرما۔"

آنحضرت ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ ، نے فرمایا کہ "دو آدمی رَشک کے قابل ہیں ۔ ایک وہ ، جسے خُدا مال دے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے ۔ دُوسرا وہ ، جسے اللہ تعالیٰ علم دے اور وہ دُوسروں کو اس کی تعلیم دے"۔

حضرت عَبدُاللہ بِن مُبارک رضؓ سے کسی نے پُوچھا ، "اچھّے لوگ کون ہوتے ہیں ؟" آپؓ نے جواب دِیا ، "علم والے لوگ"۔

حضرت عَبدُاللہ بِن عبّاس رضؓ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت سُلیمٰن ، عَلَیْہِ السّلام ، کو اِختیار دِیا کہ وہ تین چیزوں میں سے ایک کو چُن لیں : علم ، مال اور حکُومت ۔ حضرت سُلیمٰن ، عَلَیْہِ السّلام ، نے علم کو پسند کیا ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی پسند سے خُوش ہو کر اُن کو دَولت اور حکُومت بھی بخش دی"۔

7 — مجلس کے آداب

چند لوگوں کے ایک جگہ اِکٹھا بیٹھنے کو "مجلس" کہتے ہیں ۔ جس طرح کھانے پینے اور پڑھنے لکھنے کے کچھ آداب ہیں ۔ اِسی طرح اِکٹھّے بیٹھنے

یعنی مجلس کے بھی بہت سے آداب اور طور طریقے ہیں۔
سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اگر مجلس اچھّے لوگوں کی ہے، تو اس میں بیٹھنے والوں پر اثر بھی اچھّا پڑتا ہے اور بُرے لوگوں کی مجلس میں باتیں بھی بُری ہوتی ہیں۔ اسی لیے اچھّے لوگ اچھّی مجلس کو اور بُرے لوگ بُری مجلس کو پسند کرتے ہیں۔ ہمارے نبی، صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ، نے اسی لیے فرمایا ہے کہ "آدمی کا دین، اُس کے دوست ہوتے ہیں"۔
اچھّے ساتھی کی مثال عطر فروش کی سی ہے اور بُرے ساتھی کی مثال لوہار کی بھٹّی کی طرح۔ عطر فروش کے پاس بیٹھنے سے اگر عطر نہ بھی ملے گا، تو کم از کم خوشبو تو آئے گی اور لوہار کی بھٹّی اوّل تو کپڑے جلائے گی، یا اس کی گرمی اور بدبُو سے دماغ پر بُرا اثر پڑے گا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اچھّے لوگوں کی مجلس میں بیٹھنا چاہیے تاکہ اُن سے اچھّی باتیں حاصل ہوں اور بُرے لوگوں کی مجلس سے پرہیز کرنا چاہیے تاکہ وقت برباد نہ ہو اور آدمی بُرائیوں سے بچا رہے۔
جب کسی مجلس میں پہنچیں، تو سب سے پہلے سلام کریں، کیوں کہ آنحضرت، صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ، کا فرمان ہے کہ "باہر سے آنے والا مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرے"۔ پھر دیکھیں، جہاں جگہ خالی ہو وہاں بیٹھ جائیں۔ جگہ زیادہ ہو، تو کھُل کر آرام سے بیٹھنا چاہیے۔ اگر جگہ تنگ ہو، تو دُوسروں کے لیے بھی جگہ دینے کی کوشش کرنا چاہیے قُرآنِ پاک میں ہے :۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا
فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ

(ترجمہ) "مومنو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھُل کر بیٹھو، تو کھُل کر بیٹھا کرو۔ خُدا تم کو کُشادگی بخشے گا"۔

اِس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اَیسے لوگوں میں بَیٹھا جائے، جو مَرتبے کے اِعتبار سے برابر ہوں۔ اَپنے سے بڑے رُتبے کے بُزرگ لوگوں میں بِلا ضرورت گھُسنے کی کوشِش نہیں کرنی چاہیے۔ اِسی طرح صَفوں کو چِیر کر اَگلی صَفوں میں پہُنچنے کی کوشِش، مَجلِس کے آداب کے سَخت خلاف ہَے۔ اگر مَجلِس کے مُنتَظِم آگے بُلائیں، تو جہاں وُہ بِٹھائیں، بَیٹھ جانا چاہیے۔ مَجلِس میں سب بَیٹھے ہوں، تو خوِاہ مخوِاہ اَکیلے کھڑے نہ رہنا چاہیے اَور جَب مَجلِس کے لوگ کھڑے ہو جائیں، تو اُن کے ساتھ کھڑے ہو جانا چاہیے اَور جَب مَجلِس ختم ہو جائے، تو بِلا ضرورت نہیں ٹھہرنا چاہیے۔

اگر مَجلِس میں کوئی بات کہ رہا ہو، تو اُسے غَور سے سُننا چاہیے۔ یہ بات مَجلِس کے آداب کے خلاف ہَے کہ جب کوئی بات کہ رہا ہو، تو لوگ آپس میں ایک دُوسرے سے چُپکے چُپکے باتیں کریں۔ اگر کوئی ضرُوری بات کرنی ہو، تو مَجلِس سے باہر جا کر کرنی چاہیے۔ اِسی طرح اگر مَجلِس میں تین آدمی بَیٹھے ہوں، تو آنحضرت، صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم، کا فرمان ہَے کہ "اُن میں سے دو آدمیوں کو چُپکے چُپکے باتیں نہیں کرنی چاہییں، کیونکہ اِس سے تیسرے آدمی کو تکلیف ہوتی ہَے۔"

کوئی بات کہنی ہو، تو اپنی باری کا اِنتظار کرنا چاہیے۔ اپنی بات مُختصر، ٹھہر ٹھہر کر اَور سہولت سے کرنی چاہیے تاکہ لوگ بات سمجھ جائیں۔ بے سوچے سمجھے کوئی بات زُبان سے نہیں نِکالنی چاہیے۔ رسُول اللّٰہ، صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم، تیزی سے گُفتگُو نہیں فرماتے تھے۔ آپؐ اِس طرح ٹھہر ٹھہر کر گُفتگُو فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپؐ کے اَلفاظ گِننا چاہتا، تو گِن سکتا تھا۔ اِسی طرح بات اِس اَنداز میں نہیں کرنا چاہیے، جِس سے دُوسروں کا دِل دُکھے یا دُوسروں پر اِلزام عائِد ہو۔ غرض یہ کہ اپنی زُبان کو بُری بات یا سخت اَلفاظ کے اِستعمال کرنے سے روکنا چاہیے۔ آنحضرت، صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم، نے فرمایا ہَے کہ "جو شخص اَپنی زُبان کو قابُو میں رکھّے گا، وُہ جنّت میں جائے گا۔" اِسی طرح آپؐ نے یہ

بھی فرمایا ہے کہ "جو شخص اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے، اُسے اچّھی بات کہنی چاہیے، ورنہ چُپ رہے۔"

مشقی سوالات

1 - قرآنِ مجید میں والدین کے حُقُوق کے بارے میں کیا حُکم ہے؟
2 - اسلام نے اُستاد کو کیا مَرتبہ عطا کیا ہے؟ اور اُس کے کیا حُقُوق ہیں؟
3 - راست بازی سے کیا مُراد ہے؟ اور اس بارے میں اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟
4 - خائن سے کیا مُراد ہے؟ کیا خیانت صِرف رُوپے پیسے میں ہوتی ہے یا دُوسرے مُعاملات میں بھی ہوتی ہے؟
5 - قرآنِ مجید میں مَجلس کے بارے میں کیا حُکم ہے؟
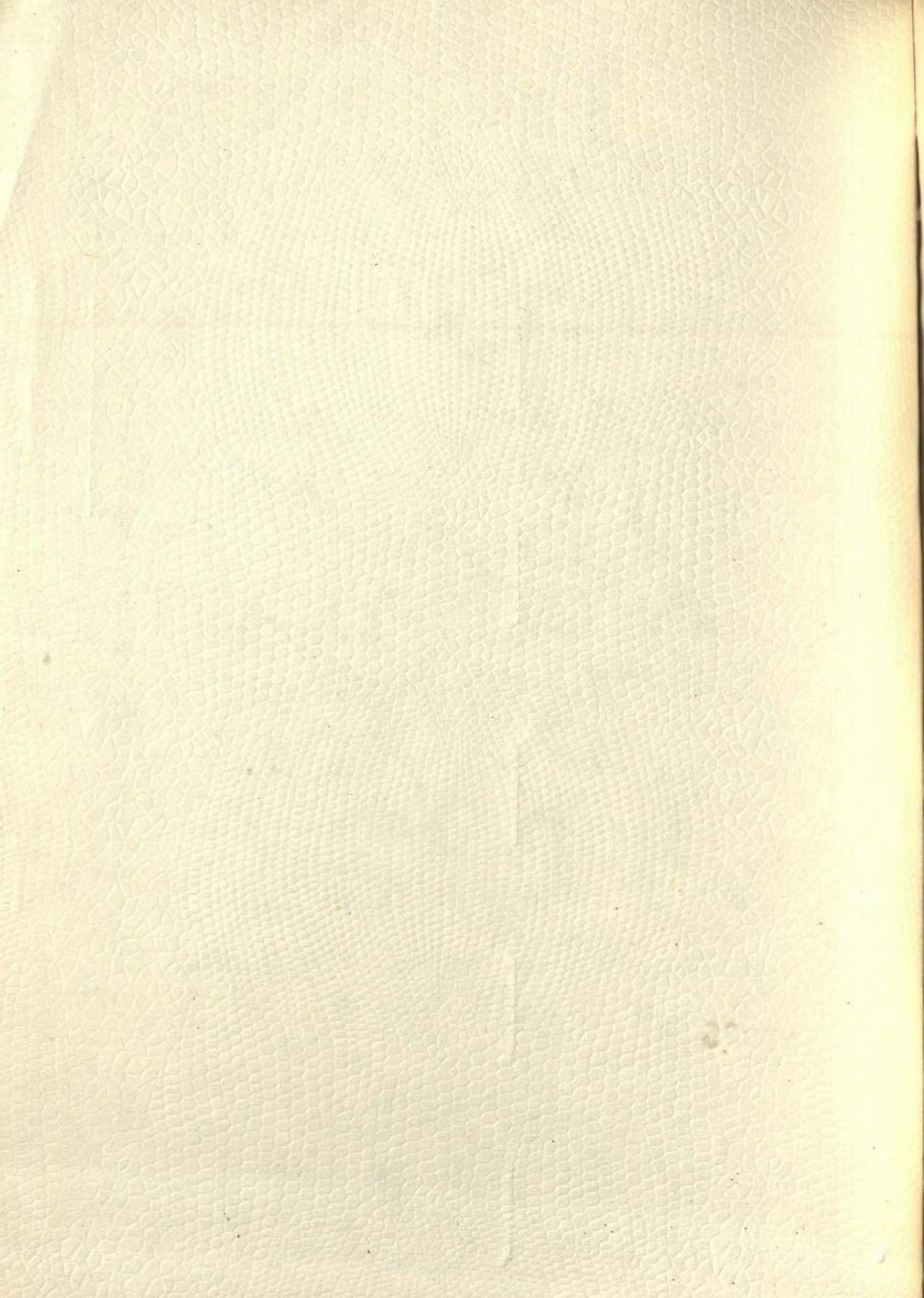
تیار کردہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور
منظور کردہ قومی ریویو کمیٹی، وفاقی وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد   کشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان   ارضِ پاکستان!
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام   قوّتِ اُخوّتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت   پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

پرچمِ ستارہ و ہلال   رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال   جانِ استقبال!
سایۂ خدائے ذوالجلال

99376
کتاب نمبر

تاریخِ اشاعت	ایڈیشن اوّل	تعدادِ اشاعت	قیمت
مارچ 1987ء	طباعت پنجم	100,000	2.20